

فہم حدیث

کلام نبویؐ کی کرنیں

مولانا عبدالمالک

حضرت اسامہ بن زیدؓ فرماتے ہیں کہ حجۃ الوداع کے موقع پر میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا۔ میں نے دیکھا کہ لوگ آپ کی خدمت میں حاضر ہو رہے ہیں۔ پھر کوئی پوچھ رہا ہے کہ میں نے طواف سے پہلے صفا و مروہ کے درمیان سعی کر لی ہے (طواف پہلے اور سعی بعد میں ہوتی ہے) یا فلاں کام پہلے کر لیا ہے تو اب مجھے کیا کرنا چاہیے۔ آپؐ نے سب کے جواب میں فرمایا کہ اس میں بھی کوئی حرج نہیں، اس میں بھی کوئی حرج نہیں، حرج تو بس اس میں ہے کہ انسان اپنے بھائی پر ظلم کرے اس کی آبرو پر حملہ کرے۔ یہ ہے وہ شخص جو حرج میں پڑ گیا اور ہلاک ہو گیا۔ (بخاری)

دین داری کے لیے لوگ نماز روزہ حج اور زکوٰۃ کو کافی سمجھتے ہیں۔ بیت اللہ شریف کے طواف خانہ کعبہ میں داخل خانہ کعبہ کی چھت پر چڑھنے کے بعد سمجھتے ہیں کہ وہ جو ظلم کریں، اس سے ان کی فضیلت اور اچھا مسلمان ہونے میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ قتل و غارتگری بے گناہوں پر کوڑے برسانا، انھیں جیلوں میں بند کرنا، کفار کے حوالے کرنا سب کچھ ان کے لیے روا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قسم کے دین داروں اور حاجیوں کو متنبہ فرمایا کہ صرف حج کے مسائل معلوم کر کے مناسک حج صحیح طرح سے ادا کر کے ہلاکت سے نہیں بچ سکتے، جب تک ظلم اور مسلمانوں کی آبروریزی میں مبتلا رہو گے، کوئی حج اور کوئی عمرہ اور کوئی نماز روزہ ہلاکت سے نہیں بچا سکیں گے۔

اس حدیث سے یہ بنیادی ہدایت ملتی ہے کہ جو لوگ دینی تعلیمات کی جزئیات میں غلو باریک بینی اور اصرار کرتے ہیں اور کسی کا حق غصب کرنے میں، لین دین کے معاملات میں، آبرو کے تحفظ میں لاپرواہی کرتے ہیں (بلکہ اس کا دین سے تعلق نہیں سمجھتے) وہ کتنی غلطی پر ہیں کہ اللہ کے رسولؐ نے ان کے لیے ہلاک ہو گیا، کہا۔ حج کے موقع پر حدیث کا یہ سبق یاد رکھنے کا ہے۔

حضرت سلمہ بن اکوع سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے مسلمانوں پر تلوار نکالی، وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ (مسلم)

پس ایسے لوگوں سے تعلق رکھنا درست نہیں ہے۔ مسلم دشمنی، اسلام دشمنی کے مترادف ہے اور اسلام دشمنی اللہ اور اس کے رسول سے دشمنی ہے اور اللہ اور اس کے رسول کے دشمنوں سے تعلق رکھنا، ان سے محبت کرنا، ان کو ووٹ دینا، ان کی پارٹی میں شامل ہونا جائز نہیں ہے۔ یہ آج کے دور کا بہت بڑا مسئلہ ہے۔ اُمت مسلمہ کو پوری دنیا میں اس سے واسطہ ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے رہنمائی فرمادی ہے۔



حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کو ناراض کر کے کسی کو راضی نہ کرو۔ اللہ تعالیٰ کے فضل پر کسی دوسرے کا شکر نہ ادا کرو۔ اللہ تعالیٰ نے کوئی چیز نہیں دی تو اس پر کسی دوسرے کی مذمت نہ کرو اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کا رزق تجھے کوئی دوسرا بہت زیادہ چاہت اور حرص کے باوجود نہیں دے سکتا اور اللہ تعالیٰ دینا چاہے تو کسی کی ناپسند اسے روک نہیں سکتی، اللہ تعالیٰ نے اپنے عدل و انصاف اور فضل و کرم سے راحت اور خوشی اس بات میں رکھی ہے کہ لوگ اس کے فیصلوں سے راضی ہوں اور پریشانی اور غم اس بات میں رکھا ہے کہ لوگ اس کے فیصلوں سے ناراض ہوں۔ (طبرانی)

انفرادی اور اجتماعی فیصلوں میں اللہ تعالیٰ کی رضامندی اور ناراضی کو بنیاد بنانا، انسانوں کی رضامندی اور ناراضی کو اللہ تعالیٰ کی رضامندی اور ناراضی کے تابع بنانا ایسی رہنمائی ہے جس کی ہر دور کی طرح آج بہت زیادہ ضرورت ہے۔ اس وقت اُمت مسلمہ کو جو بحران درپیش ہے، اس کا سبب اس اصول کو نظر انداز کر کے انسانوں کی رضامندی اور ناراضی کو پیش نظر رکھنا ہے۔

انسانوں کے ہاتھوں میں محدود اختیارات ہیں۔ اصل اختیار اور فیصلے اللہ کے ہاتھ میں ہیں، وہی منعم حقیقی ہے۔ اسی کے فیصلے سے رزق ملتا ہے اور اسی کے حکم سے رزق میں تنگی اور فراخی ہوتی ہے۔ اسی سے نو لگا نا چاہیے، اسی کی حمد اور شکر بجالانا چاہیے، اسی کے حکم کے مطابق چلنا چاہیے۔ اس کی مرضی کو نظر انداز کر کے دوسروں کی مرضی پورا کرنا، یہ معنی رکھتا ہے کہ اسی کو منعم اور مربی سمجھ لیا ہے حالانکہ منعم و مربی تو اللہ تعالیٰ ہے۔ دوسروں کا اسی قدر شکر کرنا چاہیے جس قدر انعام میں ان کا دخل ہے۔ ان کی مرضی کے بجائے اللہ تعالیٰ کی مرضی کو پورا کیا جائے تاکہ اس بات کا اظہار ہو کہ اللہ تعالیٰ کو منعم حقیقی سمجھا گیا ہے۔

آج کے دور میں اللہ تعالیٰ کی مرضی اس کی پسند و ناپسند کو نظر انداز کر دیا گیا ہے۔ اس کے خوف و محبت کے بجائے انسانوں کے خوف و محبت کے زیر اثر فیصلے کیے جا رہے ہیں۔ اس حدیث میں اسی اہم مسئلے کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔ کاش مسلمان اس کو اپنی پالیسیوں کی بنیاد بنادیں۔



حضرت عائد بن عمرو سے روایت ہے کہ وہ عبید اللہ بن زیاد کے پاس گئے اور اس سے کہا: بیٹے! میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ مُدے حکمران وہ ہوتے ہیں جو رعیت کو پیس ڈالنے، تشدد کے ذریعے ہلاک کر دینے والے ہوں۔ دیکھنا! اپنے آپ کو ان میں شامل نہ کرنا۔ (مسلم)

ظالم حکمرانوں کو سیدھی راہ دکھانا ان کے سامنے کلمہ حق بیان کرنا، قرآن و حدیث کی روشنی میں سمجھانا علمائے حق کا شیوہ رہا ہے۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا تقاضا ہے۔ عائد بن عمروؓ نے عبید اللہ بن زیاد کو اپنی روش بدلنے کی تلقین کی۔ آج بھی امت مسلمہ کو تاریخ کے بدترین ظالموں سے واسطہ ہے ان کے سامنے کلمہ حق کہنے والے مبارک باد کے مستحق ہیں۔ ایسے ظالموں سے نجات کے لیے کوشش کرنا امت مسلمہ اور دین کی سب سے بڑی خدمت ہے۔



رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام ابومویہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے آدھی رات کے وقت اٹھایا اور فرمایا: ابومویہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں جنت البقیع والوں کے لیے دعائے مغفرت کروں۔ تم بھی میرے ساتھ چلو (ابومویہ کہتے ہیں) میں آپ کے ساتھ چلا گیا۔ آپ جب جنت البقیع پہنچ گئے تو کھڑے ہو گئے اور قبرستان والوں کو السلام علیکم یا اہل المقابر، ”قبرستان والو! تم پر سلام ہو“ کہہ کر سلام کیا اور فرمایا: تمہیں تمہاری وہ حالت جو تمہیں دوسرے لوگوں کے مقابلے میں حاصل ہے، مبارک ہو۔ اگر تمہیں ان فتنوں کی ہولناکی کا علم ہو جائے جن سے اللہ تعالیٰ نے تمہیں نجات دے دی ہے تو تمہاری خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہ رہے۔ بڑے ہولناک فتنے رات کی تاریک راتوں کی دبیز تاریکیوں کی طرح تاریک اور مسلسل آئیں گے۔ ایک فتنہ ختم ہوگا تو دوسرا آ جائے گا، دوسرا پہلے سے زیادہ بُرا ہوگا۔ پھر آپ میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: ابومویہ مجھے اعتقاد دنا گیا کہ ایک طرف دنیا کے خزانے دنیا میں

ہمیشہ ہمیشہ کی زندگی اور اس کے بعد جنت ہے اور دوسری طرف رب تعالیٰ سے ملاقات اور جنت ہے۔ (ان دونوں میں سے جسے چاہیں پسند کریں آپ کو دے دی جائیں گی)

ابوموسیہ کہتے ہیں: میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان آپ دنیا کے خزانوں کی چابیاں اور اس کے ساتھ دنیا میں ہمیشہ کی زندگی پھر جنت والی صورت کو پسند کر لیجیے۔ آپ نے فرمایا: ابوموسیہ! اللہ کی قسم! انہیں ایسا نہیں۔ میں نے اپنے رب سے ملاقات اور جنت کو پسند کر لیا ہے۔ پھر آپ نے جنت البقیع والوں کے لیے دعا کی اور واپس تشریف لے آئے۔ پھر اسی صبح کو وہ بیماری شروع ہوئی جس میں آپ اس دنیا سے رخصت ہو گئے۔ انا للہ وانا الیہ رُجعون (مسند احمد)

اہل ایمان سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا اندازہ ان واقعات سے کیا جاسکتا ہے۔ وصال سے پہلے آپ نے شہداء اُحد کے لیے خصوصی اجتماعی دعا کا اہتمام فرمایا (صحیح بخاری)۔ اور جنت البقیع والوں کے لیے جنت البقیع میں جا کر دعائے مغفرت کی۔ تب ہمیں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کی روشنی میں تمام اہل ایمان سے محبت اور ان کے لیے دعائیں اور ہمدردی و غم گساری کی کارروائیاں کرنی چاہئیں۔ دنیا کے مقابلے میں آخرت کو ترجیح دینا بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوۂ حسنہ ہے۔ آج کے دور میں اگر یہ دونوں کام سرانجام دے دیے جائیں تو امت مسلمہ کے تمام مصائب و مشکلات دور ہو جائیں۔



حضرت مقدم بن معدی کرب سے روایت ہے، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: جن تھیلوں کو انسان بھرتا ہے ان میں سے پیٹ سے زیادہ بُرا کوئی تھیلا نہیں ہے۔ آدمی کے لیے چند لقمے کافی ہیں جو اس کی پیٹھ کو سیدھا رکھیں۔ اگر انسان کے بس میں نہ ہو تو پھر ایک حصّہ کھانے، ایک حصّہ پانی، اور ایک حصّہ سانس لینے کے لیے چھوڑ دے۔ (ابن ماجہ)

اگر لوگ اس حدیث پر عمل کریں تو وہ طرح طرح کی بیماریوں سے نجات پالیں، ڈاکٹروں کی دیکھ بھال سے بے نیاز ہو جائیں، اور دوائیوں کی دکانیں ویران ہو جائیں۔